خوشحال خان خٹک کے زندانی نغمے

نورالبصر امن[*]

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، پشتو ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف پشاور

Abstract

Khushal Khan has elapsed approximately five years of his invaluable life in imprisonment of Mughals. Due to his most sensitive nature he never let his pen to stop and incressantly fed the literary flames therewith to be alive even during that imprisonment. "Firaq Nama" is the initial production of that literature of imprisonment which has indubitably proved a foundation stone in the literature of imprisonment. In this research paper Khushal Khan's those melodies of imprisonment are particularly highlighted in which he has remembered his region namely Pakhtoon Khwa in different manners, which is not only an inception in the literature of imprisonment in pashto but also an important literary asset of imprisonment, which enfolds a great deal of historical incidents in itself.

اس میں کوئی شک نہیں کہ خوشحال بابا نے کئی نئے موضوعات، اصناف اور افکار کو پشتو ادب میں جگہ دی ہے اور اتنے خوبصورت اور ماہرانہ انداز میں ان اصناف و موضوعات کو پشتو ادب کا حصہ بنایا کہ کوئی بھی پشتو ادب کی تاریخ سے آگاہی نہ رکھنے والا شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ یہ اصناف و موضوعات دراصل خوشحال سے پہلے پشتو ادب میں موجود نہیں تھے۔ان سارے موضوعات، اصناف اور افکار میں ایک صنف ''حبسیات'' کی بھی ہے۔

خوشحال خان بابا نے مغلوں کی اسیری کے دوران پشتو ادب کے ''حبسیہ ادب'' کی بنیاد رکھی اس سے پہلے پشتو ادب کے مروجہ موضوعات و اصناف میں حبسیات کی آثار تک نہیں ملتے۔ ویسے تو خوشحال بابا نے مغلوں کی جیل میں منظوم اور منثور شکل میں بہت سا بہترین ادب تخلیق کیا ہے لیکن اس مقالے میں صرف خوشحال بابا کی اس حبسیہ سرائی کا جائزہ لیا جائے گا جو کہ انہوں نے پشتونخوا، اپنے وطن اور اپنے اہل و عیال کی جدائی اور ارمان میں کی ہے۔اور یہ حبسیہ کلام نہ صرف ان کی پہلی بلکہ پشتو ادب کی تاریخ میں پہلی حبسیہ کتاب '' فراق نامہ'' میں شامل ہے۔مقالے میں فراق نامہ کی حبسیات کی روشنی میں خوشحال بابا کے کلام میں پشتونخوا کے بارے میں لکھے گئے منظومات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

خوشحال بابا اور قید و بند: ملک اکوڑی سے لے کر خوشحال بابا کے تمام خاندان نے مغل حکمرانوں کی بہت خدمت کی ۔ یہاں تک کہ وہ پشتونوں کے خلاف بھی مغل سلطنت اور شہنشاؤں کا بھرم رکھنے کے لیے اکثر لڑائیوں میں مصروف رہے۔ تو پھر ایسی کون سی وجہ تھی جس کی وجہ سے خوشحال خان کو پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ہم تاریخی واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

مغل حکومت کے زیر اثر پشاور کا علاقہ کابل کا حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ کابل سے لے کر دریائے سندھ تک کا علاقہ صوبہ کابل میں شمار ہوتا تھا۔ ایک صوبہ دار انتظامی امور سرانجام دیتا اور اس صوبے کا صدر مقام کابل ہوا کرتا تھا اور اس کے ساتھ ایک نائب پشاور میں اپنے فرائض پر معمور ہوتا۔

مغلوں کی ہندوستان میں تخت نشینی کے بعد صوبہ کابل کا صوبہ دار مہابت خان بنا لیکن بادشاہ کے چوتھے جلوس شاہی کے دوران رمضان ۱۰۷۱ھ تا رمضان ۱۰۷۲ھ شہنشاہ نے مہابت خان کو صوبہ داری سے برخاست کر کے ان کی جگہ سید امیر خوافی کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا اور ان کے ساتھ نائب کے طور پر پشاور میں مرزا عبدالرحیم کو مقرر کیا۔ اس تبدیلی نے نہ صرف کابل کے انتظامی امور میں کافی ہلچل پیدا کی بلکہ پشتونوں کی تاریخ میں یہ ایک اہم واقعہ کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کو دوست محمد خان کامل نے تفصیل کے ساتھ اس طرح لکھا ہے کہ۔

> " چہارم سال جلوس (رمضان ۱۰۷۱ھ تا رمضان ۱۰۷۲ھ) کے اواخر میں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر نے مہابت خان پر اس کی جگہ شیخ میر خوافی کے چھوٹے بھائی سید میر خوافی المخاطب بہ امیر خان کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا تھا۔ ششم جلوس عالمگیری کے دوران (۱۰۷۴ھ) میں سید امیر خوافی نے شہنشاہ سے حسب الطلب مل کر عرض کیا کہ جب تک بعض زمینداروں کو گرفتار کر کے محبوس نہ کیا جائے ممانعت باج راہداری کے احکام کا نفاذ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس تیر کا نشانہ دراصل خوشحال خان تھا۔ شہنشاہ نے دوم سال جلوس (رمضان ۱۰۶۹ھ تا رمضان ۱۰۷۰ھ) میں غلہ اور دیگر اجناس کا محصول راہداری ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا تھا۔ اس عام بخشش سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا تھا اور مبلغ پچاس لاکھ روپیہ خالصہ شریعہ کی آمدنی میں کم ہو گئے تھے۔ یہ حکم زمینداروں اور جاگیرداروں کی آمدنی پر اثر انداز ہوتا تھا اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے خوشحال خان کا خاندان ملک اکوڑے کے زمانے سے اپنے علاقے میں اموال و مواشی کی درآمد برآمد پر محصول وصول کیا کرتا تھا۔ شہنشاہ کا یہ حکم جو عام رعایا کی فلاح اور بہبود کو مد نظر رکھتے ہوئے صادر کیا گیا تھا کئی بڑے زمینداروں کو قدرتی طور پر ناگوار گزرا ہو گا۔ مگر اس امر کی قطعاً کوئی شہادت نہیں کہ خوشحال خان نے اس حکم کے بعد اظہار سرکشی و سرتابی کیا ہو یا اس نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہو۔ وہ حسبِ سابق حکومت مغلیہ کا وفادار تھا اور اس وفاداری اور اپنی کچھ سابقہ

عداوت سے حکومت مخالف یوسف زئیوں اور ان کے علاوہ دیگر افغانوں (آفریدی اور اورک زئیوں) سے بھی بر سرِ پیکار رہا۔ سید امیر خوافی نہ یہ مفسدانہ چال محض خوشحال خان اور اپنے نائب متعلقین پشاور مرزا عبدالرحیم کے درمیان ناراضگی کی بناپر اور خوشحال خان کے چچاؤں بہادر خان اور فیروز خان کے ساتھ اپنی سازش کو کامیاب بنانے کے لیے چلی تھی۔ مرزا عبدالرحیم نے سید امیر خوافی کو کہا تھا کہ جب تک آپ چند سر بر آوردہ اشخاص کو گرفتار کر کے قید نہ کریں گے تو اس وقت تک آپ کی صوبہ داری کا نقش قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے ساتھ ہی خوشحال خان کے چچاؤں نے سید امیر خوافی کو شمشیر خان کی ضمانت پر پچاس ہزار روپے دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔"[1]

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشحال خان کو بوجہ ممانعت باج راہداری کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا حالانکہ بادشاہ نے خوشحال خان کی ملکیت میں معافی کا حکم جاری کیا تھا۔ لیکن اس بات کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں کہ خوشحال بابا نے اورنگزیب عالمگیر کے اس حکم کی کہیں سے بھی خلاف ورزی کی ہو اور اس کو ماننے سے انکار کیا ہو یا اس کے خلاف کوئی مزاحمت کی ہو۔

" خوشحال خان نے کبھی احکام ممانعت باج راہداری کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی اس وجہ سے اس کی وفاداری اور خدمت گزاری میں فرق آیا۔ خوشحال خان ایک دنیادار آدمی تھا اور دنیوی اغراض و مقاصد ہی کے حصول کے لیے ابا عن جد بادشاہانِ مغلیہ کی خدمت کرتا چلا آرہا تھا۔"[2]

ابھی تک خوشحال خان کی گرفتاری پر لکھے گئے مواد میں ایسا کوئی بھی حوالہ نظر نہیں آتا جس میں بادشاہ کی مرضی ومنشا کے خلاف خوشحال خان نے ایسا کچھ کیا ہو جس کی بدولت وہ گرفتاری کے لیے موردِ الزام ٹھہرائے گئے۔

خوشحال بابا نے نہ صرف اپنے بڑوں کی روایات پر چلتے ہوئے ایمانداری کے ساتھ مغلوں کی خدمت کی بلکہ ان کی اقتدار کی حفاظت کے لیے اپنے ہی پشتونوں سے اکثر بر سرِ پیکار بھی رہے لیکن اس خدمت کا صلہ خوشحال خان کی امیدوں کے بالکل برعکس نکلا۔

ما وے زۀ به د مغل په نوکرۍ کښې
رکیبونه کړم د سرو د سپینو نال
په ناحق ئې زنځیرونه رانه پښو کړل

---

[1] مہمند، کامل، دوست محمد خان "خوشحال خان خٹک سوانح حیات"، شاہین بکس سپو گمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ص: ۱۲۸۔۱۲۷

[2] ایضاً ص ۱۳۱

واه واه، هسې نوازش هسې آمال[1]

ترجمہ: میرا تو خیال تھا کہ مغلوں کی نوکری میں اپنے گھوڑے کی رکابیں سونے کی اور اس کے بعد نعل چاندی کے بنواؤں گا (مگر یہاں تو) بے گناہ میرے پاؤں میں بیڑیاں پہنادی گئیں۔ واہ واہ کیا کہنے اس نوازش کے اور ساتھ ہی میری امیدوں کے"[2]

خوشحال خان نے اپنے اشعار میں مختلف جگہوں پر اپنی بے گناہی اور بلاوجہ گرفتاری کا ذکر کیا ہے۔

په ناحق د اورنګزېب په بند بندي يم
خدائے خبر دے په تهمت او په بهتان
زهٔ په ځان کښې ګناه نهٔ وينم خدائے ګو
ولې نور خلق خبرې کا، شان شان
د ګناه مې سر رشته معلومه نهٔ ده
مګر خپل هنر د ځان وينم تاوان
لکه زهٔ وم په راستئ په درستئ کښې
د مغل په خدمت نهٔ وو بل افغان
بادشاهانو لره، ترس د زړهٔ بائده دے
مروت، غور رسې، عدل أؤ احسان
څوک به چا لره په داد او په فرياد ځي
چې په ظلم راضي مند شول بادشاهان[3]

ترجمہ: بالکل بے گناہ اورنگزیب کی قید میں پڑا ہوا ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ تہمت اور بہتان کا شکار ہوا ہوں۔ خدا کی قسم میں اپنے آپ میں گناہ نہیں دیکھتا۔ البتہ لوگ قسم قسم کی باتیں بناتے ہیں۔ میرے گناہ کی اصلیت اور تو کچھ معلوم نہیں، ہاں میری روشن طبع میرے لیے بلا بن گئی ہے۔ میری طرح راستی اور درستی کے ساتھ دوسرا کوئی افغان مغل کی خدمت نہیں کرتا تھا۔ بادشاہوں کے لیے رحم دلی، مروت، مظلوموں کے حال پر غور، دادرسی اور عدل واحسان بہت ضروری ہیں۔ اب کوئی فریاد لے کر دادخواہی کے لیے کس کے پاس جائے۔ جب خود بادشاہ ہی ظلم پر اُتر آئے۔"[4]

---

[1] خٹک، خوشحال خان، "کلیات" مقدمہ حاشیے، دوست محمد خان کامل مہمند، ادارہ اشاعت سرحد پشاور، ۱۹۶۲، دوسرا ایڈیشن، ص ۵۵۰

[2] نورالحق، سید، ڈاکٹر، "منتخباتِ خوشحال خان خٹک" پشتو اکیڈمی پشاور، ۱۹۸۹ء، ص ۳۴

[3] خٹک خوشحال خان، کلیات خوشحال، "کلیات" مقدمہ حاشیے، دوست محمد خان کامل مہمند، ادارہ اشاعت سرحد پشاور، ۱۹۶۲، دوسرا ایڈیشن، ص ۵۷۹

[4] انورالحق، سید، ڈاکٹر، "منتخباب خوشحال خان خٹک" پشتو اکیڈمی پشاور، ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۔۳۵

خوشحال بابانے خوداپنے آپ کو بے گناہ کہاہے۔جب بادشاہ اور نگزیب عالمگیر کا پشتونوں کی بغاوت کی وجہ سے براحال تھاتب اس سے خوشحال خان کے بارے میں سوال کیا گیا۔اس وقت بادشاہ اس نتیجے پر پہنچا کہ خوشحال خان کو بے گناہ قید میں رکھا گیا ہے اور یہاں تک کہ جب ان کو مہابت خان کے ساتھ رہا کیا جارہا تھا تو بادشاہ نے خود یہ تسلیم کیا کہ خوشحال کو بغیر کسی جرم کے قید کیا گیا اور اس وجہ سے خوشحال کی بہت دل آزاری ہوئی۔

اس بارے میں افضل خان خٹک تاریخ مرصع میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں کہ،

" مهابت خان راغے په غرض ئې د بادشاه و رسول چې خوشحال هم د هغه ملک مصالح دے. دې ما سره دې رخصت شي چې درومي بادشاه وفرمائيل چې خوشحال بې گناه ډېر ازار ځکولے دے. هغه به ئې څۀ په خاطر کښې وي هغه کار کړے بويه چې د دۀ له خاطره هغۀ ووے بيا دۀ په غرض ورسول، دا خانه زاد دے هېڅ ئې په خاطر کښې نشته بادشاه دې ورته خلعت ورکړه نور دې ئې رخصت کړه، بادشاه اووې اختيار لرې."[1]

ترجمہ: شہنشاہ نے مہابت خان کو گجرات سے طلب کیا اور اسے کابل کا حکم دیا۔مہابت خان نے بادشاہ سے درخواست کی کہ خوشحال خان کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔بادشاہ نے اس کی اجازت منظور کی اور تاکید اً کہا کہ خوشحال خان نے چونکہ بے گناہ دکھ اٹھائے ہیں ایسا کام کرنا چاہیے کہ اس کے دل سے دکھ کا احساس مٹ جائے۔مہابت خان نے کہا کہ یہ خانہ زاد ہے خلعت دے کر رخصت کیا جائے۔یہ خدمت بجالاتا رہے گا۔"[2]

مدعی اور مدعاعلیہ دونوں کے بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ اس گرفتاری میں خوشحال خان بالکل بے گناہ تھے اور اس گرفتاری کی اصل وجہ صوبہ دار کابل سید میر خوافی، نائب الحکومت مرزاعبدالرحیم کا ذاتی بغض وعناد تھا اور اسی بغض وعناد کی وجہ سے انہوں نے خوشحال کے چچازادوں سے مل کر ایک سازش کے تحت خوشحال کو گرفتار کروادیا۔

" خوشحال خان خٹک اپنی علمی فضیلت، افرادی قوت اور سیاسی تدبر کی بدولت، سرحدی علاقہ جات میں ایک اہم مقام رکھتا تھا جو نائب الحکومت مرزاعبدالرحیم کی آنکھ میں ہمیشہ کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔"[3]

---

[1] خٹک افضل خان، "تاریخ مرصع"، سمونہ او حاشي، دوست محمد کامل مهمند، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ۲۰۰۶ء، ص ۳۴۵

[2] خٹک، اقبال نسیم، ڈاکٹر "پشتون شناس (خوشحال خان خٹک)"، پشتو اکیڈمی پشاور، ۲۰۱۱ء، ص ص ۱۰۷۔۱۰۶

[3] ایضاً، ص ص ۹۰۔۸۹

اس مقصد کے لیے سید امیر خوافی نے بادشاہ سے زمینداروں کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کیا اس حکم نامے کا اصل نشانہ خوشحال خان کی شخصیت تھی۔ ایک سازش کے تحت خوشحال کو کسی مشورے کے بہانے پشاور طلب کیا گیا اور جمادی الثانی ۱۰۷۴ھ کا وسط (وسط جنوری ۱۶۶۴ء)([1]) کو خوشحال خان حکم کے مطابق پشاور چلے آئے۔

" خوشحال خان جس کا باطن صاف تھا۔ بلا کسی قسم کے خوف اور شک و شبہ کے اس کے پاس گیا اور وہاں سرکاری سپاہیوں نے خوشحال خان کے گرد گھیرا ڈال کر اسے گرفتار کر کے پانچ سیر بھاری بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈال دیں۔"[2]

خوشحال خان کو دو مہینے تک پشاور میں قید رکھا اور پھر ہندوستان بھیج دیا گیا۔[3]

" اس وقت خوشحال دہلی میں نظر بندی کے دن گزار رہا تھا مگر رجب ۱۰۷۵ھ بمطابق ۱۶۶۵ء کو اسے قلعہ رنتھمبور میں قید کیا گیا۔ اگلے سال ۵ ذی قعد ۱۰۷۶ھ کو محمد امین کی سفارش سے قید سے رہائی مل گئی تو پھر دہلی میں نظر بند رہنا پڑا۔"[4]

خوشحال خان کی پشاور میں گرفتاری، قید و بند، ہندوستان روانگی، دہلی کی نظر بندی، رنتھمبور قلعہ میں قید و بند، آگرہ میں نظر بندی اور پھر وطن واپسی یہ سارا عرصہ کئی سالوں پر محیط ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق خوشحال چار سال دس مہینے تک مغلوں کی قید میں رہے۔ وہ جمادی الثانی ۱۰۷۹ھ سے قبل اپنے وطن واپس لوٹے۔ یہ اندازہ اس لیے قرین قیاس ہے کہ ۱۰ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو خوشحال کی ہندی بیوی سے اس کا بیٹا فرحت خان پیدا ہوا۔"[5]

جبکہ افضل خان خٹک نے تاریخ مرصع میں خوشحال خان خٹک کی قید و بند، نظر بندی اور اپنے واپسی تک کا عرصہ پانچ سال لکھا ہے۔([6]) اس لیے ہم تاریخ مرصع کی مضبوط دلیل کے تناظر میں خوشحال بابا کی قید و بند اور نظر بندی کا عرصہ پانچ سال قیاس کرتے ہیں۔

---

[1] مہمند، کامل، دوست محمد خان "خوشحال خان خٹک سوانح حیات"، شاہین بکس سپو گمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۸

[2] ایضاً، ص ۱۲۸

[3] ایضاً، ص ۱۲۹

[4] خٹک، اقبال نسیم، ڈاکٹر "پشتو شناس (خوشحال خان خٹک)"، پشتو اکیڈمی پشاور، ۲۰۱۱ء، ص ۹۸

[5] ایضاً، ص ۱۰۲

[6] خٹک، افضل خان، تاریخ "مرصع"، سمونہ او حاشي، دوست محمد کامل مہمند، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ۲۰۰۶ء، ص ۳۱۲

اس پورے عرصے میں خوشحال خان خٹک نے نظم ونثر کی صورت میں بہت سا قیمتی اور مقصدی ادب تخلیق کیا جو کہ نہ صرف پشتو میں ''پس زنداں ادب'' کی بنیاد ہے بلکہ ایک قیمتی سرمایہ بھی ہے اور اس ناخوشگوار واقعے کے بعد سے پشتو ادب میں مغلوں کی ظلم و ستم کی نشانی کے طور پر دو اصطلاحات ''مغلوالہ'' اور ''رنتھمبور'' آج بھی رائج ہیں۔

" ښکاري داسې چې د خوشحال د قېد په سبب رنتهنمبور په پښتو ادب کښې شهرت موندلے دے خوشحال په خپل کلام کښې ځائے په ځائے د رنتهنمبور ذکر کړې دے."[1]

ترجمہ: اس طرح دکھائی دیتا ہے کہ خوشحال کی قید وبند کی وجہ سے رنتھمبور پشتو ادب میں شہرت کی سبب بنی، خوشحال خان نے اپنے کلام میں بہت جگہوں پر رنتھمبور کا ذکر کیا ہے۔

ویسے تو خوشحال خان نے اس سارے عرصے میں بہت سا ادب تخلیق کیا ہے لیکن اس مقالے میں ہم ان کی سب سے پہلی کتاب ''فراق نامہ'' (جو رنتھمبور کی قلعہ میں قید کی حالت میں لکھی گئی) کی روشنی میں ان اشعار کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے پشتونخوا کی شدید احساس جدائی میں کہے ۔

'' فراق نامہ'' یہ بھی مثنوی کی طرز پر لکھی گئی ایک کتاب ہے اس میں مختلف عنوانات پر نظمیں لکھی گئی ہیں۔ جن کا تعلق وطن کی محبت سے ہے۔ ان میں اکثر نظمیں رنتھمبور میں بحالتِ قید لکھی گئی ہیں۔ ان نظموں سے آزادی سے محبت، نالہ فراق اور اپنے اہل وعیال سے دوری کا درد ٹپکتا ہے۔''[2]

اورنگزیب کے زمانے میں قلعہ رنتھمبور کے قید خانہ میں گزارے گئے روز شب کا اندازہ خوشحال خان کے اپنے الفاظ میں فراق نامہ کی ایک مثنوی کے چند اشعار سے لگایا جاسکتا ہے۔[3]

یک تنها په کټ کښې پروت یم
بندیوان د هند د کوټ یم
دا مې حال دا مې احوال دے
کۀ وایه شي ډېر مقال دے
چې په ما باندې بدحال دے
څه د پاسه یو نیم کال دے

---

[1] خٹک، اقبال نسیم، "د خوشحال د°ر فتار° تحقیقي جائزه"، پشاور یونیورسٹی جرنل ۹۷۔۱۹۹۶، ص ۱۴۳

[2] خٹک، اقبال نسیم، ڈاکٹر "پشتو شناس (خوشحال خان خٹک)"، پشتو اکیڈمی پشاور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۶

[3] مہمند، کامل، دوست محمد خان "خوشحال خان خٹک سوانح حیات"، شاہین بکس سپو گمئ پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۷

په داکوټ کښې بندیوان دي
مسلمان دې کۀ هندوان دي
لږ تر دوه سوه کم نه دي
بند په ظلم په ستم دي
چې ئې وخت د پلار نیکۀ وۀ
هومره بند په دا ځائے نه وۀ
چې بادشاه د هند اورنګ شو
بېدادي شوه جهان تنګ شو
د کوټونو بندیان ډېر شول
تر حساب تر شماره تېر شول
هم رانړۍ هم راجګان بند دي
شېر خوارۀ هلکان بند دي
دا چې بند د ما سره دي
په هر سند د ما سره دي
راته واړه تلۀ راتلۀ کا
واړه کار زما په زړۀ کا
راته لولي کتابونه
راته وائي خپل خوابونه
په شطرنج مې زړۀ ببر ببر کا
چې کۀ غم له دله هېر کا
کۀ قیصې کۀ افسانې دي
دا همه انې بانې دي
زړۀ مې سود په هیڅا نۀ کا
اور چې بل دے اوبۀ څۀ کا
څوک چې نرد رالره راوړي
وایم درد رالره راوړي
چې شطرنج رالره راوړي
ګویا رنځ رالره راوړي
هغه زړونه چې رنځور دي
له همه هوسه دور دي
بې دلداره کۀ ګلزار وي
د عاشق د سترګو خار وي

بې يارانو كۀ بهشت وي
د خوشحال وته به زشت وي
چې د سرائے له لوريه راشي
په هغه باد مې خاطر وا شي
چې غه ياد زما د غرۀ وي
بوئې د مشكو ورسره وي[1]

ترجمہ:'' ہندوستان کے قلعہ میں قید تن تنہا چارپائی پر پڑا ہوں۔ یہ میرا حال ہے اگر کہوں تو قصہ طولانی ہے۔ کچھ اوپر ڈیڑھ سال سے میرا یہ حال ہو رہا ہے۔ اس قلعہ میں ہندو اور مسلمان قیدی موجود ہیں۔ ان ظلم و ستم سے قید کیے گئے ہوؤں کی تعداد دو سو سے کچھ کم ہو گی۔ اس کے باپ دادا کے وقت میں یہاں اتنے قیدی نہ تھے لیکن جب اورنگزیب ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو اس کی بیداد سے جہاں تنگ ہو گیا۔ قلعوں کے قیدی زیادہ ہو گئے اس کا حساب و شمار نہیں۔ راجے، رانیاں اور شیر خوار بچے قید ہیں۔ ہر طرح سے میرے مونس و غمگسار ہیں سب میرے پاس آتے جاتے ہیں اور میری مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ مجھے کتابیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اپنے خواب مجھ سے آ کر بیان کرتے ہیں۔ شطرنج سے میرا دل بہلاتے ہیں تاکہ اس سے میں اپنے غم کو بھول جاؤں۔ قصے اور افسانے سب حیلے اور بہانے ہیں کسی طرح میرا دل آسودہ نہیں ہوتا۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو پانی سے نہیں بجھتی۔ جب میرے پاس کوئی نرد لاتا ہے تو گویا میرے پاس درد لاتا ہے۔ جب کوئی میرے پاس شطرنج لاتا ہے تو گویا میرے پاس رنج لاتا ہے۔ وہ دل جو کبھی ہو ہوا و ہوس سے انہیں کیا کام۔ دلدار کے بغیر گلزار بھی عاشقوں کو اچھا نہیں لگتا۔ سرائے اکوڑہ کی طرف سے جو ہوا آتی ہے وہ مشک کی خوشبو ساتھ لاتی ہے۔''[2]

فراق نامہ کو قلمی نسخے کے بعد پہلی دفعہ مکمل شکل میں ہمیش خلیل نے ۱۹۸۳ء میں پشاور سے شائع کیا ہے، وہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

'' فراقنامے کا یہ قلمی نسخہ پشاور میوزیم کے کتب خانے میں پڑا ہے۔ اس وقت تک میرے علم کے مطابق یہ واحد معلوم قلمی نسخہ ہے جو کہ سب سے پہلے مرحوم دوست محمد خان کامل نے اس نسخے سے استفادہ کر کے اس کی کچھ مثنویوں کو ''خوشحال خان خٹک'' نامی کتاب میں جو ۱۹۵۱ء میں پہلی بار ادارۂ اشاعتِ سرحد پشاور نے چھاپ اور نشر کیا ہے۔ خوشحال خان حبسیہ کلام کے طور پر پیش کیا ہے۔[3]

---

[1] خٹک، خوشحال خان، ''فراقنامہ'' ترتیب و تدوین ہمیش خلیل، قامی مکتبہ پشاور، ۱۹۸۳، ص ۱۰۸۔۱۰۷

[2] مہمند، کامل، دوست محمد خان ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، شاہین بکس سپو گمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۸۔۱۶۷

[3] ہمیش خلیل، ''مقدمہ''، فراقنامہ د خوشحال خان خٹک، قامی مکتبہ پشاور، ۱۹۹۳، ص ۵

فراق نامہ کتابیات سمیت 144 صفحات پر مشتمل ہے اس کے علاوہ 16 صفحات پر مشتمل ہمیش خلیل کا لکھا گیا عالمانہ انداز کا مقدمہ بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ کتاب میں ۲۸ غزلیں اور ۲۵ مثنویات شامل ہیں جو تقریباً ۷۸۲ اشعار یعنی ۱۵۴۶ مصرعے بنتے ہیں۔

ایک مثنوی میں رنتھمبور کے قلعے کا ذکر ہے جب تنہائی کے ہاتھوں تنگ آکر خوشحال نے پشتونخوا کے مختلف شہروں کو یاد کر کے اپنے دل کو تسلی دی ہے۔ اس مثنوی میں کابل، پشاور، اٹک، خٹک، سرائے اکوڑہ اور لاہور کا ذکر کچھ اس طرح ہوا ہے۔

هغه باد چې کابل خيز دے
په ما واړه عنبر بېز دے
 څوک چې ياد کاندي کابل
په ګوګل مې شي غلغل
څوک چې ياد کا پېښور
زما زړۀ شي منور
څوک چې ياد کاندي اټک
قافيه کړم هم خټک
څوک چې ياد کاندي بل سرائے
دے ما ياد شي هغه خپل سرائے
څوک چې ياد کاندي لاهور
هم مې وشي د زړۀ زور[1]

ترجمہ: وہ ہوا جو کابل کی طرف سے آتی ہے میرے لیے مشک و عنبر سے کم نہیں۔

جب کوئی کابل کا ذکر کرتا ہے تو میرے سینے میں جوش پیدا ہوتا ہے۔

جب کوئی پشاور کا ذکر کرتا ہے تو میرا دل منور ہو جاتا ہے۔

جب کوئی اٹک کا نام لیتا ہے تو میں فی الفور خٹک کا قافیہ باندھ لیتا ہوں۔

جب کوئی کسی دوسری سرائے کا نام لیتا ہے تو مجھے اپنی سرائے یاد آجاتی ہے۔

جب کوئی لاہور کا نام لیتا ہے تو میرے دل میں زور پیدا ہوتا ہے۔[2]

---

[1] خٹک، خوشحال خان، "فراقنامہ" ترتیب وتدوین ہمیش خلیل، قامی مکتبہ پشاور ۱۹۸۳، ص ۱۰۳

[2] خٹک، اقبال نسیم، ڈاکٹر، پشتون شناس خوشحال خان خٹک، پشتو اکیڈمی پشاور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۸۔۲۳۷

دریاے سیند (اباسیند) اور لنڈے سیند (دریائے کابل) جو اٹک میں کنڈ کے مقام پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ یہ سارا علاقہ خوشحال خان کے منصب میں شامل تھا اور یہ ان کا مادری وطن بھی ہے۔ خوشحال خان نے ان دونوں دریاؤں کا ذکر اپنے اشعار میں بار بار کیا ہے۔ رنتھمبور میں بھی جب ان دریاؤں کی یاد نے انھیں ستایا تو وہاں سے ہوا کی لہروں کو بھیجا۔ جو کہ ان کی پشتو نخوا سے انتہائی دلی محبت کی دلیل ہے۔

کهٔ ګذر په خير آباد وکړې نسيمه
يا دې ګشت وشي د سرائې د سيند په سيمه
په وار وار زما سلام ورته عرضه کړه
ورسره زما له لوريه ثو تسليمه
اباسيند ورته ناره وکړه په زوره
ولنډي وته وېنا وايه حليمه

ترجمہ: اے باد نسیم اگر خیر آباد سے گزر ہو یا سرائے اکوڑہ کے دریا کے کنارے چلے تو بار بار آداب و نیاز کے ساتھ میرا سلام ان سے عرض کیجو مثلاً طم و تیز رفتار اباسیند (دریائے سندھ) کو چلا کر کہنا اور (سبک خرام وہموار) لنڈے (دریائے کابل) کو آہستہ نرمی سے کہنا۔"[1]

ایک اور جگہ (تعریف د خپل سیند) اپنی سیند لنڈی کی تعریف میں کچھ اس طرح گویا ہے۔

د لنډي اوبه سلسالې
د حيات د اوبو سيالې
تر نباتو نه خوږې دي
د فرات تر اوبو ښې دي
کهٔ ئې خضر پياله وڅښي
د حيات اوبه به نهٔ څښي
زهٔ چې هسې تشنه لب مرم
روز و شب ئې په طلب مرم
کهٔ يوه پياله ئې نوش کړم
غم به واړه فراموش کړم[2]

[1] مہمند، کامل، دوست محمد خان "خوشحال خان خٹک سوانح حیات"، شاہین بکس سپو گمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۰

[2] خٹک، خوشحال خان، "فراقنامہ" ترتیب وتدوین ہمیش خلیل، قامی مکتبہ پشاور ۱۹۸۳، ص ۸۲

ترجمہ: لنڈے (دریائے کابل کا نام) کا پانی روانگی میں آبِ حیات کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کا پانی نہایت سے میٹھا اور دریائے فرات سے زیادہ اچھا ہے۔ اگر خضر نے اس سے ایک پیالہ نوش کیا تو پھر وہ آبِ حیات کا نام بھی نہ لے گا۔ میں جب پیاس سے تنگ ہو جاتا ہوں تو دن رات ان دریاؤں کے پانی کی طلب میں رہتا ہوں۔ اگر ان دریاؤں کے پانی کا ایک پیالہ پینے کے لیے مل جائے تو میں اپنے اوپر سارے درد و غم اور مصیبت کو بھول جاؤں گا۔

پرانے زمانے میں خطوط کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ گویا کہ یہ رابطے کا ایک اہم وسیلہ تھا۔ اس لیے خط کو آدھی ملاقات کہا گیا ہے۔ لیکن عام ماحول کی بہ نسبت جیل میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

> " خط ایک جذبے کے تحت لکھا جاتا ہے۔ یہ جذبہ ایک وسیع تر انسانی جذبہ ہے یوں ہی خط کا نام زبان پر آتا ہے .... تو ایک پُر اسرار قسم کی جستجو، ایک پُر لطف سی گدگدی ہر طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ خط سے حظ اٹھانے کا جذبہ ہر انسان کے لیے یکساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کے خط پڑھ کر جب انسان محظوظ ہو رہا ہوتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے انسان اپنے ہی تجربات کو دہرا رہا ہو۔ پھر جب وہ انسانی مزاج اور دل کے رنگارنگ تاثرات کی سحر انگیز بو قلمونیوں کو دیکھتا ہے تو کسی ادب پارے کی طرح خطوط سے بھی عام انسانی بوالعجبیوں سے خیال آفرین خوشی و انبساط حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ خطوں میں خالص، سچائی، صداقت اور خلوص کی توقع ہوتی ہے۔ ڈر، خوف، نمود و نمائش اور اس قسم کی دوسری رکاوٹیں خطوط میں نہیں ہوتیں۔ اس صداقت اور خلوص سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے کیونکہ خط کی بنیادی ضرورت یا بنیادی جذبہ ہم کلامی کی تمنا ہے۔[1]

خوشحال بابا کو جب کبھی رنتھمبور میں خط موصول ہوتا تو ان کی کیفیت بھی عجیب ہو جاتی، ایک خط کے بارے میں فراق نامے کی ایک مثنوی بعنوان "ژړا د خط په راتلهٔ" (خط کی موصولی پر رونا) کچھ اس طرح اپنے احساسات اور جذبات کو ظاہر کیا ہے۔

پس له ډېره انتظاره
ډېرې میاشتې ډېر نهاره
چې قاصد راوړي خطونه
خوزوم د خط پېچونه
چې هر پېچ غورزاوه شي
لوند د سترګو په اوبهٔ شي
په هر حرف چې اوښکې ښاڅي

---

[1] مسرت یاسمین، "مکتوبات مولوی محمد حسین آزاد کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ"، (پی ایچ ڈی مقالہ)، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۸

ځنې نور حرفونه پاسي
الف شین کاندي رې فې کا
بې نون کاندي دال رې کار
هر هر حرف سره تاؤ تاؤ شي
جیم تې کاندي واؤ شي
کۀ ئې لولم خط لمدېږي
کۀ ئې نۀ لولم دم خېژي
یو رومال په اوښکو تر کړم
په خبرو زړۀ لر بر کړم
په راتلۀ د خط خوشحال شم
له مضمونه ئې بدحال شم[1]

ترجمہ: طویل انتظار کے بعد اور بہت مہینوں اور راتوں کے بعد جب قاصد کوئی خط (پیغام) لاتا ہے۔ تو میں اس کے اوراق کو الٹ پھیرتا ہوں۔ جب کوئی ورق الٹ دیتا ہوں تو آنکھوں کے پانی سے تر ہو جاتا ہے۔ اور جس حرف پر آنسو گر جائے تو اس سے اور بہت سارے حروف بن جاتے ہیں۔ (اسی آنسو کی وجہ سے) الف شین کی طرح اور [ر] [ف] کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ [ب] [ن] اور [د] [ر] بن جاتا ہے۔ ہر ایک حرف ایک دوسرے سے لپٹ جاتا ہے۔ جیم [ت] کی طرح واو بھی بن جاتا ہے۔ خط پڑھنے سے کاغذ نم، نہ پڑھنے سے دم گھٹ جاتا ہے۔ جب ایک رومال آنسو پر تر ہو جاتا ہے تو دوسری باتوں پر اپنا خیال بدل لیتا ہوں۔ اگرچہ میں خط کے آنے پر خوش ہو جاتا ہوں لیکن اس کا مضمون پڑھ لینے کے بعد میرا حال خراب سے خراب تر ہو جاتا ہے۔

خوشحال بابا وطن کی محبت کو ایمان کی علامت سمجھتے ہیں۔

د وطن مینه اے جانه
راپېدا ده له ایمانه
هغه ملک د زړۀ ارمان دے
چې پکښې دې ښۀ یاران دي
کۀ ئې سپي ویني په سترګو
هم ئې ځائې کوي په سترګو
نۀ د خپل وطن خارونه
نۀ د بل وطن ګلونه
نه د خپل دیار پلوسې

---

[1] مہمند، کامل، دوست محمد خان "خوشحال خان خٹک سوانح حیات"، شاہین بکس سپو گمئ پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا

نه   د   بل   دیار   نلګوسې
نۀ   د   خپل   دیار   ګرګرې
نۀ   د   بل   دیار   شکرې[1]

ترجمہ: اے جانِ من! وطن کی محبت کا جذبہ ایمان سے پیدا ہوتا ہے۔ وہی ملک میرا ارمان ہے جہاں پر میرے اچھے اور بہترین دوست ہیں۔ اگر میں اپنے وطن کے کتوں کو بھی دیکھوں تو ان کو سر آنکھوں پر بٹھا دیتا ہوں۔ دوسرے وطن کی پھول اپنے وطن کی کانٹے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ دوسرے وطن کی نلگو اپنے وطن کی بلو کی درخت کے برابر نہیں۔ دوسرے وطن کی نبات سے اپنے وطن کی گرگرے کا پھل اچھا ہوتا ہے۔

مغل دربار میں خوشحال خان کے دوست محمد امین خان نے ''خوشحال خان کی رہائی کے لیے اپنی کوششوں کو جاری رکھا اور ایک بار پھر میر خان میر میدان کی کفالت سے شہنشاہ کے حضور خوشحال خان کی سفارش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ شہنشاہ نے کہا کہ اگر خوشحال خان زن و بچہ کو بطورِ یرغمال ہندوستان لے آئے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اسی قسم کا ایک فرمان سید امیر خان خوافی کو بھی بھیجا گیا۔ میر باز خان، باقی خان اور سعادت خان نے جو ابھی تک دہلی میں تھے اس حکم سے خوشحال کو آگاہ کر دیا پھر خوشحال خان کی ہدایت پر یہ لوگ مطابق ماہ صفر ۱۰۷۵ھ (مطابق اوا خر اگست ۱۶۶۴ء) یعنی سابقہ عیسوی ہی میں وطن روانہ ہوئے تاکہ اس امر کا انتظام کیا جائے کہ شہنشاہ کے حکم پر عمل نہ ہونے پائے''([2]) اسی واقعے کی تناظر میں وہ کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔

چې   مېشته   په   سنګاؤ   دي
په   عظیم   درياب   لاهو   دي
د   هغو   په   حال   خبر   شوے
رابنکاره   ئې   هر   اثر   شوے
چې   څۀ   خوري   څۀ   ئې   خوراک   دے
څۀ   ئې   ژواک   څۀ   ئې   پوشاک   دے[3]

ترجمہ: میرے اہل و عیال جو سنگاؤ (ایک گاؤں کا نام) میں رہائش پذیر ہیں اور وہ ایک بڑے غم والم کے دریاب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اگر مجھے ان کے احوال معلوم ہو جائے اور ان کے روزگار کا پتہ چل جائے کہ وہ کیا کھا رہے ہیں ان کی خوراک کیا ہے اور ان کی زندگی کیسی گزر رہی ہے اور وہ کس قسم کا لباس زیبِ تن کیے ہوئے ہیں۔

---

[1] ایضاً، ص ۶۵

[2] مہمند، کامل، دوست محمد خان ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، شاہین بکس سپو گمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ص ۱۳۵۔۱۳۴

[3] خٹک، خوشحال خان، ''فراقنامہ'' ترتیب و تدوین ہمیش خلیل، قامی مکتبہ پشاور ۱۹۸۳، ص ۴۷

خوشحال بابا شکار کے بہت شوقین تھے۔ وہ نہ صرف شکار کے سارے رموز سے واقف تھے بلکہ شکاری جانوروں اور پرندوں کی خصلتوں اور بیماریوں سے بھی واقف تھے۔ رنتھمبور میں انھوں نے شکار کے ارمان میں بھی نظمیں لکھی ہیں۔ کلپانی کے مرغابیوں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

آه وائے وائے کالا پانی
ستا ښو رنګه مرغاوی[1]

ترجمہ: ہائے افسوس اے کلپانی۔ آپ کی رنگ رنگ مرغابیوں کی ارمان۔

سوات کے شہبازوں اور شاہینوں کے بارے میں لکھتا ہے۔

واه واه د سوات د ملک بازونو
رنګا رنګ په ډېر رنګونو
چې بلوے پکښې په ځان وۀ
هم هغه د خوشحال خان وه
سيه پشت توره ئې ژبه
پسې روح ځي له قالبه[2]

ترجمہ: دیار سوات کے رنگارنگ شہبازوں اور شاہینوں تمہاری جدائی پر افسوس ہے۔ بلوے شاہین مجھے جان سے عزیز تھا اور وہی خوشحال خان کا ہوا کرتا تھا۔ اس کی کالی کمر اور سیاہ زبان ایسی اچھی لگتی تھی کہ اس کے ارمان میں میری روح بدن سے نکل رہی ہے۔

خوشحال خان نے ہند کے زندان میں میں پشتونخوا کی نہ صرف زمین، آب و ہوا، دریاؤں، درختوں، جانوروں، پہاڑوں، دوشیزاؤں، خٹکوں، یوسفزیوں، شکار کے پرندوں کے غم میں نغمے گائے ہیں بلکہ مغل حکمرانوں کے بھی ہرزہ سرائی کی ہے جن سے ان کی غریب الوطنی کا اندازہ ہوتا ہے۔

"قید کے ایام میں خوشحال خان نے متعدد غزلیات، قصائد اور قطعات وغیرہ لکھے ہیں جو قید و بند اور غریب الوطنی کے مصائب و آلام اور حالات اور وطن عزیز و اقارب و احباب کی یاد اور فراق میں پرسوز اور دردناک نالۂ فغاں پر مشتمل اور شاعر کی مظلومیت و بے گناہی کے آئینہ دار ہیں۔"[3]

---

[1] ایضاً، ص ۹۱

[2] ایضاً، ص ۹۳

[3] مہمند، کامل، دوست محمد خان "خوشحال خان خٹک سوانح حیات"، شاہین بکس سپو گمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ۱۳۹

" لنډه دا چې فراقنامه د خوشحال خان بابا د قېد د حادثې يوه داسې نتيجه ده چې کۀ هغۀ ته دا حادثه نۀ وے ورپېښه شوے نو نن به دا کتاب هم نۀ وو."[1]

ترجمہ :الغرض یہ کہ فراق نامہ خوشحال بابا کے قید وبند کے حادثے کا ایک ایسا نچوڑ ہے کہ اگران کو یہ حادثہ پیش نہ آتا تو آج ہمارے پاس یہ عظیم کتاب موجود نہ ہوتی۔

[1] ۴۳۔ ہمیش خلیل، "مقدمہ"، فراقنامہ د خوشحال خان خٹک، قامی مکتبہ پشاور، ۱۹۹۳، ص ۱۱